عاشوراء کا روزہ

حافظ عبدالعلیم بن شیخ الحدیث والتفسیر حافظ احمد اللہ رحمہ اللہ
مدرس جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ

برادرم حافظ عبدالعلیم حفظہ اللہ نے عاشوراء کے روزہ کے بارے میں تحقیق پیش کی ہے کیونکہ آج کل عاشوراء کے روزہ کو بلاوجہ ایک اختلافی اورنزاعی مسئلہ بنادیا گیا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ثم اصبح یوم التاسع صائما (صحیح مسلم حدیث نمبر 2665) کی علامہ ابن المنیر نے بلاوجہ تاویل کر کے اس کو بھی دسویں محرم بنانے کی بلا سود کوشش کی ہے اور برادرم نے بھی اس کی تاویل کو نقل کیا ہے۔ حالانکہ بقول امام شوکانی یہ تاویل بعید یعنی دوراز کار ہے۔

مسند احمد جلد ۴ صفحہ نمبر ۱۸۵ پر صراحۃً موجود ہے:

فاذا اصبحت من تاسعة فصم ذالک الیوم (صحیح مسلم حدیث نمبر 2665)

نویں کی صبح کو اس دن کا روزہ رکھو۔ اور امام الائمہ ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے نویں کے دن روزہ رکھنے کا باب باندھا ہے۔ اور حضور اکرم ﷺ کی خواہش بھی اس کی دلیل ہے لیکن اس کا یہ معنی لینا کہ صرف نو (۹) محرم کا روزہ رکھا جائے ایک احتمال ہے۔ جبکہ (۹) کے ساتھ دس (۱۰) محرم کا روزہ رکھنے کا احتمال دلائل کی روشنی میں راجح اور واضح ہے ہمارے قدیم وجدید شارحین حدیث نے دلائل کی رُو سے اسے ہی ترجیح دی ہے۔ جیسا کہ برادرم کی تحقیق سے یہ بات واضح ہوچکی ہے۔ متکلم کے قول کی بہترین تشریح متکلم کا قول اور فعل ہی کرتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سائل کو (۹) محرم کا روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ ان کا قول اور فعل اس کی صریح دلیل ہے کہ ان کا مقصد دس محرم کے ساتھ (۹) محرم کا روزہ رکھنا تھا۔ (۱۰) محرم کا روزہ واضح تھا۔ اور سب میں معروف تھا اس لئے اس کو بتانے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ حضورؐ نے (۹) محرم کا روزہ رکھنے کی خواہش یہود ونصاریٰ کی مخالفت میں کی تھی۔ یہود صرف (۱۰) محرم کا روزہ رکھتے ہیں اگر (۱۰) کے ساتھ (۹) یا (۱۱) محرم کا روزہ رکھ لیں تو ان کی مخالفت ہوجاتی ہے۔ اس لئے آپ نے خواہش کے ساتھ جو پوری نہیں ہوسکی کیونکہ آپ کی وفات اگلے محرم سے پہلے ہوگئی تھی۔ (صحیح مسلم حدیث نمبر 2666) جس سے معلوم ہوا کہ آپ نے یہ خواہش زندگی کے آخری سال ۱۱ ھجری کے محرم کے بعد کی تھی۔ اور ربیع الاول میں آپکی وفات ہوگئی۔

آپؐ نے فرمایا تھا کہ عاشورہ کا روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت میں اس کے ایک دن پہلے یا بعد میں روزہ رکھلو۔ دوسری روایت میں آپؐ نے فرمایا:

لئن بقیت الی قابل لامرن بصیام یوم قبلہ او بعدہ (بیہقی ۴/۲۸۷، مجموع شرح المہذب ۶/۳۸۲)

اگر میں زندہ رہا آنے والے محرم تک تو میں حکم دوں گا اس سے ایک دن پہلے یا بعد میں روزہ رکھنے کا۔ برادرم کی خواہش پر میں نے ان کے مضمون میں ترمیم وتنسیخ اور کمی بیشی کردی ہے۔

مسلمانوں کی کامیابی وکامرانی اور فوز وفلاح کا دارومدار رسول اللہؐ کی اطاعت و اتباع اور فرمانبرداری پر ہے۔ دنیا اور آخرت کی سعادت و خوش بختی اس کے بغیر ناممکن ہے۔ صحابہ کرامؓ کی کامیابی وکامرانی کا باعث یہی ہے کہ انہوں نے اپنا رہبر ورہنما اور نجات دہندہ آپ کو ہی سمجھا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس کی توفیق ارزاں فرمائے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں آپؐ مدینہ تشریف لائے تو آپؐ نے یہودیوں کو عاشورہ کا روزہ رکھتے پایا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ:

ما ھذا الیوم الذی تصومونہ

یہ کون سا دن ہے جس کا تم روزہ رکھتے ہوے۔ انہوں نے جواب دیا یہ ایک عظیم دن ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور ان کی قوم کو نجات دی تھی۔ فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا تھا تو موسیٰ نے شکرانے کے طور پر اس کا روزہ رکھا اس لئے ہم بھی

روزہ رکھتے ہیں اس پر حضورؐ نے فرمایا:

نحن احق واولیٰ بموسی منکم

تو ہم موسیٰ کے زیادہ تعلق دار اور قریبی ہیں اس پر رسول اللہ نے روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ (صحیح مسلم جلد ۱: ۳۶۲)

دوسری روایت میں ہے:

ھذا الیوم الذی اظھر اللہ فیہ موسیٰ وبنی اسرائیل علی فرعون فنحن نصومہ تعظیما لہ فقال نبی ﷺ نحن اولیٰ بموسیٰ منکم فامر بصومہ (صحیح مسلم: ۳۶۲)

یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور بنی اسرائیل کو فرعون پر غلبہ دیا۔ تو اس لئے ہم اس کی تعظیم کے سبب اس کا روزہ رکھتے ہیں اس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہم موسیٰ کے تم سے زیادہ قریب و تعلق دار ہیں۔ تو اس کے روزے کا حکم دیا۔

اور حضرت عائشہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ قریش جاہلیت کے دور میں عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے اور رسول اللہ بھی روزہ رکھتے تھے۔ جب آپؐ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی آپؐ نے اس کا روزہ رکھا اور اس کے روزہ رکھنے کا حکم دیا (صحیح مسلم جلد ۱: ۳۶۰۔۳۵۹)

اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے جب رسول اللہ ﷺ نے عاشورہ کے دن کا روزہ رکھا اور اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم دیا صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ یہ ایسا دن ہے جس کی یہود و نصاریٰ تعظیم کرتے ہیں (اور آپؐ ان کی مخالفت پسند کرتے ہیں) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

فاذا کان العام المقبل انشاء اللہ صمنا الیوم التاسع (صحیح مسلم جلد ۱: ۳۶۳)

جب اگلا سال آئے گا تو ہم نویں کا روزہ رکھیں گے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ:

فلم یاتی العام المقبل حتی توفی رسول اللہ ﷺ (صحیح مسلم: ۳۶۳)

اگلا سال آنے سے پہلے ہی آپ وفات پاگئے۔ ابن عباسؓ کی اس صفحہ پر اگلی روایت ہے:

قال رسول اللہ ﷺ لئن بقیت الی قابل لا صومن التاسع

اگر میں اگلے سال تک باقی رہا تو لازما (۹) کا روزہ رکھوں گا۔ ان احادیث مبارکہ سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہوجاتی ہے کہ اسلام کی آمد سے پہلے جاہلیت کے دور میں قریش عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے اور آپؐ بھی اس دن روزہ رکھتے تھے۔ اور حضرت عائشہؓ سے ثابت ہے کہ:

فلما ھاجر الی المدینۃ صامہ وامر بصیامہ (صحیح مسلم: ۳۵۹)

مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کے بعد آپؐ نے اس کا روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ آپؐ نے ربیع الاول میں ہجرت فرمائی اگلے سال محرم میں یہودیوں کو روزہ رکھتے دیکھا تو ان سے اس کا سبب پوچھا کیونکہ فتح مکہ سے پہلے تک آپ اہل کتاب کی موافقت کو پسند فرماتے تھے۔ (فتح الباری، ۳۱۱/۵، دارالسلام)

اور آخری دور میں جب آپؐ اہل کتاب کی مخالفت کرنے لگے تو پھر آپؐ سامنے یہ سوال اٹھایا گیا کہ آپؐ اہل کتاب کی مخالفت پسند فرماتے ہیں لیکن اس کے باوجود دسویں محرم کو جس کی یہود و نصاریٰ تعظیم کرتے ہیں آپ روزہ رکھتے ہیں۔ اس پر آپؐ نے جواب دیا اگر میں اگلے سال تک زندہ رہا تو (۹) کا روزہ رکھوں گا۔ لیکن اگلے سال کی آمد سے پہلے ہی آپ وفات پاگئے۔

اس سے ثابت ہوا آپ زندگی کے آخری محرم تک دسویں محرم کا روزہ رکھتے رہے ہیں۔ اور ابن عباسؓ کی اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتی ہے:

امر رسول اللہ ﷺ بصوم عاشورہ یوم العاشر قال ابو عیسیٰ حدیث ابن عباس حدیث حسن صحیح (جامع الترمذی، دارالسلام، ص ۱۹۰)

رسول اللہ ﷺ نے عاشورہ دسویں دن کے روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ امام ابو عیسیٰ فرماتے ہیں کہ ابن عباس کی حدیث حسن صحیح ہے۔

اور علامہ البانیؒ نے بھی صحیح سنن الترمذی جلد نمبر ۱ صفحہ نمبر ۲۲۹ پر اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ اور لغوی اشتقاق بھی اسی کا مؤید ہے۔

امام قرطبی لکھتے ہیں عاشورہ تعظیم و مبالغہ کیلئے عاشرہ سے معدول کیا گیا ہے۔ (تبدیل کرکے بنایا گیا ہے) اور یہ اصل میں دسویں رات کی صفت ہے۔ کیونکہ عشر دس (۱۰) سے ماخوذ ہے اور دن اس کی طرف مضاف کیا جاتا ہے۔ یعنی اصل میں ہے دسویں رات کا دن۔

ابو منصور جوالیقی نے لکھا ہے کہ عاشورہ سے مراد العاشر دسواں دن ہے۔ خلیل نحوی کا قول بھی یہی

ہے اور امام زین بن المنیر کہتے ہیں کہ اکثریت کا قول یہی ہے کہ عاشورہ محرم کا دسواں دن ہے۔ اور اشتقاق اور نام رکھنے کا تقاضا یہی ہے (فتح الباری، ۳۱۱/۴)

اور امام نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں۔

ذھب جماھیر العلماء من السلف والخلف ان عاشوره ھو یوم العاشر من المحرم (جلد نمبر ۱ صفحہ ۳۵۹)

سلف اور خلف کی اکثریت کا موقف یہی ہے کہ عاشورہ محرم کا دسواں دن ہے۔ اور لکھتے ہیں:

ھذا ظاھر الاحادیث ومقتضی اللفظ.

احادیث سے یہی ظاہر ہوتا ہے اور لفظ کا تقاضا بھی یہی ہے۔

اور ''المجموع'' شرح المھذب میں جلد نمبر ۶ صفحہ نمبر ۳۸۳ پر اس پر یہ اضافہ کرتے ہیں کہ صحیح بات جمہور کی ہے اور اہل لغت کے ہاں بھی یہ معروف ہے۔ مولانا عبید اللہؒ رحمانی لکھتے ہیں، خلیل وغیرہ لغوی حضرات کا قول یہ ہے کہ عاشورہ محرم کا دسواں دن ہے۔

وھو مذھب جمھور العلماء من الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم۔

صحابہ وتابعین اور ان کے بعد کے اہل علم حضرات کی اکثریت کا نقطہ نظر یہی ہے (مرعاۃ المفاتیح جلد ۳ صفحہ ۲۷۱)

حضرت عبد اللہؓ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں:

مارایت النبی ﷺ یتحری صیام یوم فضله علی غیره الا ھذا الیوم یوم عاشوره وھذا الشھر یعنی شھر رمضان (متفق علیہ: اللؤلؤ والمرجان جلد ۱ صفحہ: ۲۹۳)

میں نے رسول اللہ ﷺ کو کسی دن کے روزے کو دوسرے دن پر فضیلت دیتے ہوئے صرف دو روزے رکھتے دیکھا ہے (۱) عاشورہ کا روزہ (۲) ماہ رمضان کے روزے اور آپ نے عاشورہ کے دن کے بارے میں فرمایا:

صیام عاشوراء احتسب علی الله ان یکفر السنة التی قبله

میں اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ عاشورہ کے روزہ سے اس سے پہلے سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔ (صحیح مسلم جلد ۱: ۳۷۷)

ظاہر ہے ان تمام روایات کا تعلق دس محرم سے ہے کیونکہ یہ اس روزہ سے تعلق رکھتی ہیں جب آپ خاندانی روایت اور یہود کی موافقت کرتے ہوئے دس محرم کا روزہ رکھتے تھے۔ زندگی کے آخری دور میں یہود کی مخالفت کرتے ہوئے ان کی مشابہت سے بچتے ہوئے آپؐ نے ابھی (۹) نو محرم کا روزہ رکھنے کی خواہش نہیں کی تھی۔ ابن عباس کی صریح روایت گزر چکی کہ آپؐ سے عرض کیا گیا عاشورہ (دس محرم) ایسا دن ہے جس کی یہود ونصاریٰ تعظیم کرتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

فاذا کان العام المقبل انشاء الله صمنا الیوم التاسع فلم یأتِ العام المقبل حتی توفی رسول الله ﷺ (صحیح مسلم جلد ۱: ۳۶۳)

جب اگلا سال آئے گا تو ان شاء اللہ ہم نویں دن کا روزہ رکھیں گے لیکن اگلے سال کی آمد سے پہلے ہی آپ ﷺ وفات پا گئے۔

آپ کی اس خواہش کے پیش نظر کچھ اہل علم کا موقف ہے کہ عاشورہ کا روزہ صرف نو محرم کو رکھنا چاہئے ان حضرات کی دلیل ابن عباسؓ کی یہ حدیث ہے: ان سے پوچھا گیا کہ عاشورہ کے روزے کے بارے میں بتایئے تو ابن عباس نے جواب دیا کہ جب محرم کا چاند نظر آ جائے تو اس کے دن گنتے رہو:

واصحب یوم التاسع صائما

نویں کے دن روزہ رکھ لو

سائل نے پوچھا کیا محمدؐ اسی طرح اس کا روزہ رکھتے تھے انہوں نے جواب میں کہا ''نعم'' ہاں (صحیح مسلم جلد ۱: ۳۶۳)

مسند احمد کی روایت ہے کہ حکم بن اعرج بیان کرتے ہیں میں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا مجھے عاشورہ کے دن کے بارے میں بتایئے تو انہوں نے پوچھا اس کی کس حالت کے بارہ میں پوچھتے ہو میں نے کہا اس کے روزہ کے بارے میں۔ انہوں نے جواب دیا جب محرم کا چاند دیکھ لو تو اسے گنتے رہو اور جب نویں کا دن ہو تو اس دن کا روزہ رکھو۔ میں نے پوچھا کیا محمدؐ اس کا اسی طرح روزہ رکھتے تھے انہوں نے کہا ہاں (المسند ۱۵۶/۴) احمد محمد شاکر لکھتے ہیں ''اسنادہ صحیح'' اس کی سند صحیح ہے۔

اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے حضور اکرمؐ کی خواہش سے یہی سمجھا ہے کہ دس (۱۰) محرم کی بجائے نو (۹) محرم کو

روزہ رکھا جائے اور یہی عاشورہ کا دن ہے۔ اس لئے حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔

ھذا ظاھرہ ان یوم عاشوراء ھذا الیوم التاسع (فتح الباری:۴/۳۱۱)

اس حدیث کا ظاہری مفہوم یہی ہے کہ عاشورہ کا دن (۹) نو محرم کا دن ہے۔

پھر ابن المنیر کی طرف سے اس استدلال کا جواب نقل کرتے ہیں۔

اصبح یوم التاسع صائما

سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ان کا مقصد دسویں محرم کا دن ہے کیونکہ جب (۹) کی صبح ہوجائے تو صبح ہوجانے کے بعد انسان روزہ دار نہیں ہوسکتا۔ مگر اس صورت میں جب اگلی رات یعنی دسویں دن کی رات کو روزہ کی نیت کریں۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں ابن المنیر نے جو احتمال پیدا کیا ہے اس کی تائید مسلم کی اس روایت سے ہوتی ہے جو ابن عباس کی سند سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

لئن بقیت الی قابل لاصومن التاسع فمات قبل ذالک

آپؐ نے فرمایا اگر میں اگلے سال تک زندہ رہا تو نو (۹) کا روزہ رکھوں گا لیکن آپ اگلے سال کی آمد سے پہلے فوت ہوگئے یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ آپؐ دس (۱۰) محرم کا روزہ رکھتے تھے اور نو (۹) محرم کے روزہ کا ارادہ فرمایا۔ لیکن اس سے پہلے فوت ہوگئے۔ پھر جب آپؐ نے نو (۹) کے روزہ کا قصد فرمایا تو اس میں یہ احتمال موجود ہے کہ آپ اسی پر کفایت نہ فرماتے بلکہ اسے دس (۱۰) محرم کے ساتھ ملائے۔ احتیاط کی خاطر یا یہود و نصاریٰ کی مخالفت کی خاطر اور یہ مخالفت کا احتمال راجح ہے۔ مسلم کی بعض روایات اس کی طرف اشارہ کرتی ہیں اور مسند احمد میں ابن عباس سے مرفوعا مروی ہے:

صوموا یوم عاشوراء وخالفوا الیھود صوموا یوما قبلہ او یوما بعدہ

عاشورہ کا روزہ رکھو اور یہ یہود کی مخالفت کرو اس سے ایک دن پہلے روزہ رکھو یا ایک دن بعد میں رکھو۔

اور یہ آخری دور کی بات ہے۔ پہلے آپؐ اہل کتاب کی موافقت کرنا پسند فرماتے تھے۔ جس مسئلہ میں اپ کو منصوص کا حکم نہ ملتا خاص کر جبکہ اس صورت میں بت پرستوں کی مخالفت ہوتی۔ جب مکہ فتح ہوگیا اور دین اسلام پھیل گیا پھر آپ نے اہل کتاب کی بھی مخالفت شروع کر دی۔ جیسا کہ صحیح روایت سے ثابت ہے عاشورہ کے روزے کا بھی اس سے تعلق ہے۔ پہلے آپؐ نے ان کی موافقت کی اور فرمایا کہ ہم تم سے موسیٰؑ سے زیادہ تعلق اور حق رکھتے ہیں۔ پھر ان کی مخالفت پسند کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کی مخالفت کرتے ہوئے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد بھی روزہ رکھو۔ (فتح الباری ۴/۳۱۱)

مولانا عبید اللہؒ رحمانی مرعاۃ المفاتیح ۳/۲۷۱ پر لکھتے ہیں ترمذی کی روایت ہے حضرت ابن عباسؓ کے شاگرد نے پوچھا:

اخبرنی عن یوم عاشوراء ای یوم اصومہ

مجھے عاشورہ کے دن کے بارے میں بتائیے میں اس کا روزہ کس دن رکھوں۔ بیہقی میں ہے مجھے عاشورہ کے دن کے روزے کے بارے میں بتائیے ہم کس دن روزہ رکھیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ شاگرد کا پوچھنے کا مقصد عاشورہ کے روزے کی کیفیت پوچھنا تھا۔ یہ مقصد نہ تھا کہ بتائیے عاشورہ کا دن کونسا ہے۔ ترمذی اور بیہقی میں آیا ہے نویں (۹) کے دن روزہ رکھ۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو عاشورہ کا روزہ رکھنا چاہتا ہے وہ نویں سے شروع کریں صرف دس (۱۰) پر کفایت کرنا مناسب نہیں ہے۔ ابن عباسؓ کی روایت اس پر دلالت کرتی ہے۔ امام طحاوی اور امام بیہقی ان سے روایت کرتے ہیں:

خالفوا الیھود وصوموا التاسع والعاشر

یہود کی مخالفت کرو اور (۹) اور (۱۰) محرم کا روزہ رکھو۔ اس سے حضرت ابن عباسؓ کی مسلم کی روایت سے مقصد واضح ہوگیا۔ امام بیہقی نے سنن الکبریٰ جلد ۴ صفحہ نمبر ۲۸۷ میں یہی جواب دیا ہے کہ ابن عباس کا مقصد یہ تھا کہ دس (۱۰) کے ساتھ نو (۹) کا روزہ رکھو اور جواب میں "نعم" ہاں، اس لئے کہا کہ آپ نے نو کے روزہ رکھنے کا عزم کیا تھا۔ اس کی وضاحت عطا کے اس قول سے ہوتی ہے کہ اس نے حضرت ابن عباس سے سنا وہ فرما رہے تھے۔

صوموا التاسع والعاشر وخالفوا الیھود

نو اور دس کا روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو۔ اور اس کی تائید ان کی مرفوع روایت سے بھی ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عاشورہ کا روزہ

رکھواور اس میں یہود کی مخالفت کرو۔ اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد روزہ رکھو۔

امام شوکانی ؒ نیل الاوطار جلد ۴ صفحہ ۳۲۸ پر لکھتے ہیں کہ بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ ابن عباس نے سائل کی راہنمائی کرتے ہوئے فرمایا کہ نو کے دن کا روزہ رکھو جواب میں عاشورہ کے دن کی تعیین نہیں کی کہ وہ دس محرم ہے۔ کیونکہ اس بارے میں پوچھنے کی ضرورت نہ تھی۔ اور نہ اس سے کوئی فائدہ وابستہ تھا۔ امام شوکانی نے آخر میں خلاصہ کلام کے طور پر حافظ ابن حجر والی بات بھی نقل کی ہے: (فتح الباری جلد ۴ صفحہ ۳۱۲) کہ عاشورہ کے روزے کے تین مراتب ہیں۔

۱۔ کم از کم دس محرم کا روزہ

۲۔ اس سے بلند درجہ نو (۹) اور دس (۱۰) محرم کا روزہ

۳۔ سب سے بلند درجہ نو دس اور گیارہ محرم کا روزہ۔ نیل الاوطار جلد ۴ صفحہ ۳۳۱۔

امام طحاوی لکھتے ہیں آپ کا فرمان کہ میں ''نوں'' کا روزہ رکھوں گا اس کا مقصد یہ تھا کہ میں دس محرم کے ساتھ نوں محرم کا روزہ بھی رکھوں گا۔ تا کہ یہودیوں کے ساتھ مشابہت باقی نہ رہے۔ حضرت ابن عباس کا یہ قول کہ یہود کی مخالفت کرو اور نو اور دس کا روزہ رکھو اور ابن عباس کی مرفوع حدیث کہ آپ نے عاشورہ کے روزہ کے بارے میں فرمایا کہ اس کا روزہ رکھو اور اس سے ایک دن قبل یا ایک دن بعد بھی روزہ رکھو۔ یہود کی مشابہت اختیار نہ کرو۔ ہماری بات کی صریح دلیل ہے۔ (شرح معانی الآثار جلد ۱، صفحہ ۳۳۸)

حضرت ابن عباس کی مرفوع روایت مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۲۱، مصنف عبدالرزاق جلد ۴ صفحہ ۲۸۷، سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۴ صفحہ ۲۸۷، پر موجود ہے اور علامہ احمد محمد شاکر نے اس کی سند کو جید قرار دیا ہے اور بلوغ الامانی جلد ۱۰ صفحہ ۱۸۵، میں بھی اس کی سند کو جید قرار دیا گیا ہے۔ یہ روایت صحیح ابن خزیمہ جلد ۳، صفحہ ۲۹۱ میں بھی موجود ہے۔ اور موقوف روایت سنن بیہقی جلد ۴ صفحہ ۲۸۷ پر موجود ہے۔ اس کی سند صحیح ہے۔ حاشیہ زاد المعاد جلد ۲ صفحہ ۶۶ حافظ ابن قیم لکھتے ہیں عاشورہ کے روزہ کے تین درجات ہیں۔ (۱) سب سے اکمل یہ ہے کہ دس محرم سے پہلے اور اس کے بعد بھی روزہ رکھنا۔ (۲) اس سے متصل دوسرا درجہ یہ کہ نو اور دس کا روزہ رکھنا۔ (۳) آخری درجہ صرف دس کا روزہ رکھنا۔ اکثر احادیث میں نو اور دس کے روزے کا ذکر ہے۔ رہا صرف نو کا روزہ تو یہ روایات کی کم فہمی کے سبب ہے اور احادیث کے الفاظ اور ان کی تمام سندوں کی تلاش نہ کرنے کے باعث ہے اور یہ لغت اور شریعت دونوں سے دور ہے۔ (زاد المعاد، جلد ۲ صفحہ ۷۲) حافظ ابن قیم نے عاشورہ کی بحث کو تفصیلا بیان کیا ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ ابن عباس نے تو عاشورہ کو نو تاریخ قرار نہیں دیا بلکہ سائل کو کہا کہ نویں تاریخ کا روزہ رکھو کیونکہ سائل کو پتہ تھا کہ عاشورہ دس محرم کا دن ہے۔ جس کو سارے لوگ ہی عاشورہ شمار کرتے ہیں تو سائل کی اس طرف رہنمائی فرمائی کہ دس کے ساتھ نو کا بھی روزہ رکھو اور یہ بتایا کہ رسول اللہ ﷺ اس کا روزہ اس طرح رکھتے تھے کیونکہ ابن عباس نے آپ ؐ کے فعل کو امر پر اور آپ ؐ کے آئندہ کے عزم کو روزہ رکھنے پر محمول کیا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ان دونوں روایتوں کے راوی ابن عباس ہیں۔

آپ نے فرمایا اس سے ایک دن پہلے اور ایک دن بعد روزہ رکھو اور آپ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم عاشورہ کے دن جو دس محرم ہے۔ کا روزہ رکھیں گے۔ یہ احادیث ایک دوسری کی تاکید اور تائید کرتی ہیں (زاد المعاد جلد ۲ صفحہ ۷۲)

روایات میں دو طرح کے الفاظ ہیں:

صوموا یوما قبله ویو ما بعده

اس سے ایک دن پہلے روزہ رکھو اور ایک دن بعد روزہ رکھو۔ بعض جگہ پر:

صوموا یوما قبله او یوما بعده

کے الفاظ ہیں۔ کہ اس سے ایک دن پہلے روزہ رکھو یا ایک دن بعد روزہ رکھو۔ عام طور پر ''اَوْ'' کو ''واؤ'' کے معنی میں لیا گیا ہے۔ اس لئے تین مراتب وہ بنائے گئے ہیں جو اوپر مذکور ہیں۔ لیکن مولانا عبداللہ ؒ رحمانی نے ''واؤ'' کو ''اَوْ'' کے معنی میں لیکر تین درجات اس طرح بنائے ہیں۔

(۱) سب سے نچلا درجہ صرف دس محرم کا روزہ رکھنا

(۲) اس سے اوپر کا درجہ دس اور گیارہ کا روزہ رکھنا

(۳) سب سے اوپر کا درجہ نو اور دس محرم کا روزہ رکھنا۔

کیونکہ اکثر احادیث میں نو دس محرم کے روزہ رکھنے کا تذکرہ ہے۔ (مرعاۃ جلد ۳ صفحہ ۲۷۲)

حافظ ابن حجر نے ابن عباس سے نو محرم کے روزہ کی دو وجوہ لکھی ہیں۔ (۱) احتیاط، کیونکہ چاند دیکھنے میں غلطی ہوسکتی ہے۔

فیظن العاشر التاسع

تو کودس سمجھا جاسکتا ہے۔

(۲) یہود کی مخالفت، کیونکہ وہ صرف ایک دن روزہ رکھتے ہیں۔ پہلے معنی کی تائید ابن عباس کے فعل سے ہوتی ہے کہ ابن عباس دو دن مسلسل روزہ رکھتے تھے "مخافۃ ان یفوتہ" اس ڈر سے کہ کہیں عاشورہ کا روزہ چھوٹ نہ جائے۔ دوسرے معنی کی تصدیق امام شافعی کی روایت سے ہوتی ہے۔ وہ سفیان سے عبید اللہ بن ابی یزید کی روایت بیان کرتے ہیں۔ میں نے ابن عباس کو یہ کہتے ہوئے سنا۔

صوموا التاسع والعاشر ولا تشبهوا باليهود

نو اور دس محرم کا روزہ رکھو اور یہود کی مشابہت سے بچو۔ (مرعاۃ جلد ۳، صفحہ ۲۷۲، تلخیص الحبیر ج ۲ ص ۲۱۳، ۲۱۴، المکتبۃ الاثریہ)

قرآن وحدیث کو سمجھنے کیلئے دو باتیں بنیادی حیثیت کی حامل ہیں۔ (۱) قران وحدیث میں کسی ایک مسئلہ کے بارے میں جتنی آیات یا احادیث آئی ہیں ان سب کا استقصاء واستیعاب کیا جائے اور ان کی روشنی میں تمام آیات واحادیث کا مفہوم متعین کیا جائے۔ علماء کے اس قول "القران یفسر بعضہ بعضا" کہ قرآن کا بعض، بعض کی تفسیر کرتا ہے۔ "والحدیث یفسر بعضہ بعضا" احادیث ایک دوسرے کی توضیح وتفسیر کرتی ہیں، کا یہی مقصد ہے۔

(۲) اگر قرآن وحدیث میں کہیں بظاہر تعارض محسوس ہوتا ہو تو ایسا معنی لینا چاہئے کہ جس سے دونوں میں تطبیق ہوتی ہو۔

ان دونوں اصولوں کی رو سے یہی بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ حضور اکرمؐ کا مقصد یہود کی مخالفت تھا اس لئے آپؐ نے صراحت سے فرمایا "صوموا یوم عاشوراء" دس محرم کا روزہ رکھو "خالفوا الیہود صوموا قبلہ یوما وبعدہ یوما" یہود کی مخالفت میں اس سے ایک دن پہلے اور ایک دن بعد روزہ رکھو۔ (مسند احمد ۴/۲۱، سنن الکبری بیہقی ۴/۲۸۷، مصنف عبدالرزاق ۴/۲۸۷، صحیح ابن خزیمہ ۳/۲۹۱)۔

ابن عباس نے سائل کو نو محرم کے روزہ رکھنے کا مشورہ دیا۔ اور ان کا عمل یہ ہے کہ وہ دو دن پے در پے روزہ رکھنے اور یہود کی مخالفت کا حکم دیتے ہوئے فرماتے تھے نو اور دس کا روزہ رکھو (تلخیص الحبیر ۲/۲۱۴)

مولانا صفی الرحمن حفظہ اللہ تعالیٰ نے منۃ المنعم فی شرح صحیح مسلم جلد ۲/ ۱۷۷ تا ۱۷۹ کے حاشیہ نمبر ۱۳۲، اور ۱۳۳ میں تفصیلا یہی بات بیان کی ہے کہ ابن عباس کا مقصد یہ تھا کہ جو انسان عاشورہ کا روزہ رکھنا چاہتا ہے وہ نویں محرم سے ابتداء کرے۔ اور حضرت ابن عباس کی موقوف اور مرفوع روایات اسی بات پر دلالت کرتی ہیں اس قدر جلیل وکثیر آئمہ کی تصریحات وتوضیحات کے بعد اس مسئلہ میں کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہتا کہ نو محرم کو عاشورہ قرار دینا کسی صورت میں درست نہیں ہے اور حضرت ابن عباس کے فتویٰ اور ان کے عمل اور مرفوع روایات میں کوئی تعارض یا تضاد اور مخالفت نہیں۔

اور ان پر اعتراض بے محل اور بے جا یا ایک علمی غرہ ہے جو انفرادیت پر اکساتا ہے۔ اور پہلے تمام آئمہ وشارحین کی بات پر مطمئن نہیں ہونے دیتا۔ ہمیں اللہ تعالیٰ اس بات کی توفیق دے کہ ہم قرآن وحدیث کو سمجھنے کیلئے پہلے تمام اہل علم کے اقوال کو نظر انداز نہ کریں اور ان سے الگ تھلگ راہ پر نہ چلیں جس طرح انہوں نے قرآن وحدیث کے الفاظ ہماری طرف منتقل کئے ہیں ان کے معانی بھی بیان کئے ہیں۔

اور وہ علم وعمل، تقویٰ وورع ہر اعتبار سے ہم پر فائق تھے ہاں یہ بات ضروری ہے کہ ہم کسی ایک فرد کے فہم وفراست پر تکیہ نہ کریں اور ہر حالت میں اس کے معنی کو ترجیح نہ دیں کیونکہ یہ تقلید شخصی ہے جس کا معنیٰ ہے کہ علم وفہم کا ٹھیکہ ایک شخص کو دے دیا گیا ہے لیکن تقلید شخصی کی مخالفت کو یہ معنی تو نہیں ہے کہ رہ ایک شخص کو یہ حق حاصل ہو گیا ہے کہ وہ جو معنی چاہے کردے اور اس پر اصرار کرے۔ اگر آج کل کے کسی اہل علم کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جو معنی قرار دے دوسرے اس کو مان لیں تو آئمہ کا کیا قصور ہے کہ ان کے معنی کو نظر انداز کردیا جائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حق پر چلنے اور اس کو سمجھنے کی توفیق عنایت فرمائے کہ خواہ مخواہ لوگوں کو نئی نئی باتوں سے پریشان نہ کریں بقول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ "نحن متبعون ولسنا بمبتدعين" یعنی ہم اتباع کرنے والے ہیں۔ اور ہم نئی نئی باتیں نکالنے والے نہیں ہیں۔